عبدالرحمٰن عزیز

# اعلان لاہور ـــ اسباب ونتائج

امت محمدیہ ٹھوکروں پہ ٹھوکریں اور چوٹوں پہ چوٹیں سہتی ہوئی چودہ صدیوں کی راہ دراز طے کرکے یہاں تک پہنچی ہے۔ جس میں اس نے خلیفائے رسول کے عظیم الشان دور بھی دیکھے۔ اس نے بنو امیہ و بنو عباس کی ترقی یافتہ حکومتوں کا معائنہ بھی کیا۔ بادشاہت کا اندھا بھگتا' ظل الٰہیت کے ہاتھوں زہر کے پیالے پئے' انسانی درندوں نے پیہم اس کے جسموں سے بوٹیاں نوچیں' جاگیردارانہ نظام کی چکی میں پسی' چنگیزی تلواروں سے ذبح ہوئی' اس کے بیسیوں بغداد اجڑے اور سینکڑوں دجلے خون سے سرخ ہو کر بہے' کرہ ارض کے کئی گوشوں پہ فرماں روائی بھی کی' لیکن پھر غیروں کی غلامی آتشیں سمندر کے حوالے کر دی گئی۔ جس نے قرنوں اسے اپنی لہروں سے غوطے دیئے اور افسوس کہ یہ سب کچھ اپنے ہی ہاتھوں سے ہوا۔

سلطنت اندلس چار صدیوں بعد کئی حصوں مین تبدیل ہو گئی اور طوائف الملوکی کی ابتداء ہوئی تو اس کی تنزلی کا دور شروع ہوا۔ جس قدر اس کا پہلے ترقی یافتہ دور تھا اس سے کہیں زیادہ تیزی سے تنزلی کی طرف بڑھنے لگا۔ یہ دور حسرت' افسوس اور خون کے آنسوؤں سے لبریز ہے۔ طوائف الملوکی کے اکثر بادشاہ الفانسو (بادشاہ شمالی عیسائی سلطنت) کے حلیف ہو گئے اور کل تک ان سے جزیہ وصول کرنے والے آج اسے جزیہ دے کر ان کی زیر سایہ زندگی بسر کرنے لگے اور اس کی شہہ پر مسلمانوں نے آپس میں دست و گریباں ہو کر رہی سہی قوت بھی تباہ کر لی۔

فلک نے ان کو عطا کی ہے خواجگی کہ جنہیں
خبر نہیں روش بندہ پروری کیا ہے

تب الفانسو نے اسلامی شہروں پر غارتگری شروع کر دی۔ جب اشبیلیہ پر حملہ آور ہوا تو وزیر سلطنت ابن عمار نے لڑنے کی بجائے حیلہ بازی سے دشمن کو ٹالنا آسان سمجھا۔ اس نے الفانسو کی فوج کے بااثر افسروں کو گراں قدر رشوتیں دیں اور وعدہ کیا کہ اگر تم الفانسو کو جنگ کے بغیر واپس لے جاؤ تو میں تمہیں اور بھی بہت کچھ دوں گا۔ ابن عمار نے انہیں ایک شطرنج دکھائی جس کے مہرے بیش قیمت ہیروں کو تراش کر بنائے گئے تھے۔ وہ دنیا کے عجائبات میں سے ایک تھی۔ ابن عمار نے کہا کہ تم الفانسو کے پاس جا کر اس کی بے حد تعریف کرو تاکہ وہ اسے دیکھنے کے لئے بیقرار ہو جائے پھر میں اسے اس شرط پر یہ شطرنج پیش کروں گا کہ وہ پہلے میرے ساتھ ایک بازی کھیلے۔ اگر میں ہار جاؤں تو شطرنج اس کی اور اگر وہ ہار جائے تو میری ایک درخواست قبول کر لے۔

الفانسو کے امراء نے واپس جا کر اس کے سامنے شطرنج کی اس قدر تعریف کی کہ وہ واقعی اسے حاصل کرنے کے لئے بے چین ہو گیا۔ لیکن ابن عمار سے کھیلنے سے انکار کر دیا۔ امراء نے کہا کہ اگر ہم جیت گئے تو اہل اشبیلیہ سے لڑے بغیر ان کے کئی علاقے چھین لیں گے اور اگر وہ جیت گیا تو اس کا ناجائز مطالبہ ہم نہیں مانیں گے۔

> ابھی اعلان لاہور کی سیاہی خشک بھی نہیں ہوئی تھی کہ واجپائی نے دہلی پہنچتے ہی اسے بیانات سے جھوٹ کا پلندہ اور اپنی منافقت کا رسیا قرار دے دیا

بالآخر شطرنج کھیلی گئی۔ ابن عمار جیت گیا تو الفانسو نے پوچھا۔ "اب تم کیا چاہتے ہو؟"

ابن عمار نے کہا میرے مطالبہ یہ ہے کہ آپ ہمارے ساتھ جنگ کئے بغیر لوٹ جائیں۔

الفانسو نے کہا ہرگز ایسا نہیں ہو گا۔ کیونکہ میں تو گھر سے عہد کرکے آیا تھا کہ میں اشبیلیہ فتح کئے بغیر واپس نہیں جاؤں گا۔

ابن عمار نے کہا لیکن آپ شرط ہار چکے ہیں۔ الفانسو نے اپنے امراء سے مشورہ کیا تو رشوت خور امراء نے بالآخر اسے بغیر جنگ کئے واپس جانے پر مجبور کیا تو الفانسو نے ابن عمار سے پہلے کی نسبت کئی گناہ زیادہ خراج لینے کا وعدہ لے کر فی الوقت لڑائی کا ارادہ تبدیل کرکے واپس چلا گیا۔

لیکن یہ امڈا ہوا سیلاب مستقل طور پر نہ رک سکا اور آٹھ صدیوں قائم رہنے والی عظیم

الشان سلطنت کا سن میں خاتمہ ہوا تو غرناطہ کے آخری بادشاہ ابو عبداللہ نے ہجرت کرتے ہوئے بحیرہ روم کے ساحل پر کھڑے ہو کر اپنی زائل شدہ سلطنت پر نظر ڈالی تو سسکیاں بھرنے لگا تو ایک بوڑھے زاہد نے کہا:

"ہاں اپنے شکست خوردہ بادشاہ کو عورتوں کی طرح رونا ہی چاہئے جو مردوں کی طرح اپنی سلطنت کی حفاظت نہ کر سکا۔ کل جس قدر تو ہنسا تھا آج اسی قدر رو کیونکہ خوشی زندگی کا دن اور غم اس کی رات ہے۔ روشن دن کے بعد تاریک رات کا آنا ضروری ہے۔

کاش جو کچھ ہوا ہے وہ تقدیر الٰہی سے ہوتا جسے روکنا تیری طاقت سے باہر تھا تو تجھے اتنا صدمہ نہ ہوتا لیکن تو نے خود اپنے ہاتھ سے دشمن کے سپرد کیا ہے اس لئے پریشان حال کی طرح رونے کے سوا تیرے لئے کچھ نہیں ہے۔"

ہاں! ایسی سلطنت کو تباہی سے کیونکر روکا جا سکتا ہے جس کے محافظ جس سیلاب کو روکنے کے لئے لاشوں کی ہزاروں دیواروں کی ضرورت ہوتی ہے وہاں شطرنج کے مہروں سے کام لیں۔ جس کے سپاہی تلوار سے زیادہ شطرنج کے دھنی ہوں۔ اس کا نوحہ پڑھتے ہوئے اقبال نے کہا تھا

ہسپانیہ تو خون مسلم کا امیں ہے
مانند حرم پاک ہے تو میری نظر میں
پوشیدہ تیری خاک میں سجدوں کے نشاں
خاموش اذانیں ہیں تیری باد سحر میں
روشن تھیں ستاروں کی طرح ان کی سنانیں
خیمے تھے کبھی جن کے ترے کوہ و کمر میں 11
پھر تیرے حسینوں کو ضرورت ہے حنا کی
باقی ہے ابھی رنگ مرے خون جگر میں

جب طارق بن زیاد اندلس کے ساحل پر لنگر انداز ہو رہا تھا تو دوسری طرف محمد بن قاسم ایک مسلم بہن کی آواز پر لبیک کہتا ہوا ۱۲ھ میں سندھ پر حملہ کرکے ہندوستان میں اسلامی سلطنت کی خشت اول رکھ رہا تھا۔ جو بالآخر سن میں ہندوستان میں مستقل اسلامی حکومت اور نوع انسانی کو مکار ہندو کے پنجہ سے آزادی کی بنیاد بنی۔ پھر سن کو وہ عظیم الشان سلطنت ظہور میں آئی جس کے بارہ میں اقبال نے کہا تھا۔

سواد رومۃ الکبریٰ میں دلی یاد آتی ہے
وہی عبرت، وہی عظمت، وہی شان دلآویزی

> ایسی سلطنت کو تباہی سے نہیں روکا جا سکتا
> جس کے محافظ سیلاب کو روکنے کے لئے
> لاشوں کی دیوار پیش کرنے کی بجائے
> شطرنج کی مہروں میں مشغول ہو جائیں

جب عوام اور حکمرانوں نے اسلام کے سنہری اصولوں کو پس پشت ڈال کر حکام اندلس کی روش عیش و عشرت اختیار کر لی۔ فرنگ سے دوستی اختیار کی اور ان کے وظیفہ خوار بنتے چلے گئے تو تاریخ نے بھی اپنے آپ کو دہرانا شروع کر دیا اور ۱۸۵۷ء میں دلی اسی طرح اجڑی جس طرح سلطنت قرطبہ و غرناطہ میں تباہی پھیلی تھی۔ افرنگ ہندوستان پر اس طرح مسلط ہوا کہ مسلمان نہ صرف دین بلکہ دنیوی لحاظ سے ذلت و رسوائی کے مہیب گڑھوں میں گرتے چلے گئے۔

آخر سویا ہوا احساس جاگا۔ ایمان نے جھرجھری لی اور جذبوں کو ہوش آئی۔ جذبوں نے تحریکوں کی صورت اختیار کی۔ تحریکوں نے آزادی کا پرچم اٹھایا اور ہر طرف نئی زندگی کروٹ لینے لگی۔ تو ۱۹۴۰ء میں لاہور میں ایک قرارداد متفقہ طور پر منظور ہوئی۔ جسے ہندو اخبارات نے قرارداد پاکستان کا نام دیا۔ وہ پورے برصغیر کے مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کے جذبات و احساسات کی آئنہ دار تھی۔ جو بالآخر برصغیر میں سب سے بڑی مسلم ریاست کے قیام کی بنیاد بنی۔

اس مقدس نصب العین کو سامنے رکھ کر برصغیر کے گوشے گوشے سے یہی فاقوں کے مارے مسلمان، یہی ان پڑھ مسلمان، یہی پسماندہ، زخم خوردہ اور نڈھال مسلمان کارواں کی صورت میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ بڑی بڑی قوتوں سے الجھ گئے۔ پھانسیوں کے پھندوں کو چوما، عمر قیدیں بھگتیں، گولیوں سے سینے چھلنی کرائے، نیزے بھینٹ چڑھائے، گھر لٹوائے اور بالآخر اقتدار کے ان آہنی پہاڑوں کو الٹ کر رکھ دیا جو ان کے سروں پر لدے ہوئے تھے۔

ان جانباز معرکوں میں اپنی ہر چیز قربان کرکے بیرونی خداؤں سے نجات مل گئی ہے۔ لیکن انہوں نے محسوس کیا کہ گھر کے خداؤں کے پنجے میں پہلے سے زیادہ بے بس ہیں کہ ان پر شخصی آمریت، فوجی ڈکٹیٹر شپ مسلط کر دی گئی یا بیرونی خداؤں کی اولاد نے جمہوریت کے پردہ میں استبدادی نظام جاری کر دیا ہے اور ملک و ملت کے مفاد کو اپنی حکومت کے استحکام کی بھینٹ چڑھا دیا۔ جس نظریے پر ملک بنا تھا اسے فرسودہ قرار دے دیا۔ یہاں تک کہ محض اپنی حکومت کے قیام کے لئے بڑی دیدہ دلیری سے "ادھر ہم اور ادھر تم" کا نعرہ لگا کر ملک کے ایک حصہ کو دشمن کے حوالے کر دیا۔

چنانچہ سن میں قرارداد مقاصد پاس ہوئی تو لوگوں نے محسوس کیا کہ اب پو پھٹی۔ اسلامی تقاضوں کے رہنما اصول طے پائے تو امیدیں جواں تر ہو گئیں کہ اجالا پھیل نکلا۔ لیکن اس کے بعد یکایک غیر اسلامی رجحانات کا سیاہ غبار اٹھا اور سارے افق پر چھا گیا اور عوام پھر ایک مرتبہ مایوسی کے اندھیروں میں گم ہو گئی۔ اس سے بڑھ کر انہیں جمہوری فضا تک میسر نہ آئی۔

انہوں نے اسلامی نظام کے خواب دیکھے لیکن انہیں فرسود مغربی ثقافت کے سوا کچھ نہ ملا۔

انہوں نے اسلامی آزادی کی آس لگائی لیکن ان کے دامن میں استبدادی قوانین ڈال دیئے گئے۔

انہوں نے اسلامی مساوات کا احیاء چاہا اور

ان کا سرمایہ دارانہ نظام سے واسطہ پڑا۔

انہوں نے عدل کے قرآنی معیار کی آرزو کی لیکن ان کی آنکھوں کے سامنے قانون کی عملداری اور عدلیہ کی برتری کی جڑ کاٹ کر رکھ دی۔

انہوں نے ترقی کرنے کے عزائم باندھے لیکن آقاؤں نے انہیں غیروں کی تقلید کے کولہو میں جو دیا۔

یہ حالت دیکھ کر قوم سوچ میں پڑھ گئی کہ جس صبح کے لئے وہ طویل شب ظلمت کاٹی تھی یہ وہ صبح تو نہیں ہے۔ تو موجودہ ٹیم حکومت نے نفاذ اسلام کا نعرہ بلند کیا تو چودہ کروڑ مسلمانوں کی نگاہ امید و آس افق پر لگ گئی کہ اسی افق سے جہان نو کا سورج نکلنے والا ہے اور اپنے ووٹوں کے ذریعے انہیں خلعت حکومت سے سرفراز کیا۔ لیکن انہوں نے آتے ہی سابقہ روایات کی طرح استحکام اقتدار کیلئے ہر قیمت پر اپنے آقاؤں کی خوشنودی کے حصول کی کوشش کی۔ ان کے ہر حکم پر سرتسلیم خم کیا۔

جب عوام نے ایفائے عہد کا مطالبہ کیا تو ایک مرتبہ اسلامی دستور کا دیدار کروا کر ہمیشہ کیلئے تاریکی کی نظر کر دیا۔ اب اس سے بڑھ کر بھی کام کر دیکھایا کہ اپنے ازلی دشمن بھارت سے جس نے کبھی پاکستان کو تہہ دل سے تسلیم نہیں کیا اور اکھنڈ بھارت کا نعرہ الاپتا ہے۔ تجارت، ثقافت، بس ڈپلومیسی اور کھیل کے میدان میں تعلقات قائم کئے اور پاک بھارت دوستی کا نعرہ بلند کیا جو دو قومی نظریئے کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ اس کے عملی ثبوت کے لئے ہندوؤں کی بھرپور مخالفت کے باوجود ہاکی اور کرکٹ ٹیم بھیج دی جس کا منیجر سابقہ سیکٹری وزیر خارجہ کو بنایا گیا۔ جس کی وہاں جائیداد اور رشتہ داری بھی ہے۔ پھر اس سے بڑھ کر مسلمانوں کے قاتل بھارتی وزیر اعظم اٹل بہاری واجپائی کو پاکستان کے دورے کی دعوت دے ڈالی کہ بس کے ذریعے باون برس کی تلخیاں ختم کر دی جائیں اور دوستی کی نئی فضا قائم کی جائے۔ پاکستانی قوم کی بھرپور مخالفت اور اہل کشمیر کے احتجاج کے باوجود اس کا واہگہ سرحد پر عظیم الشان استقبال کیا گیا۔

اس موقعہ پر بھارتی ریڈیو، ٹی وی اور خود وزیراعظم کی تقریر دو قومی نظریہ کے مخالفت تھی اور جس قوم کے نام پر یہ سب کچھ کیا گیا وہ خود آخر تک مخالف رہی تو ایسی چیزیں کیونکر مفید ہو سکتی ہیں۔

دورے کے اختتام پر ۲۰ فروری کو ایک مشترکہ اعلامیہ جاری ہوا جسے "اعلان لاہور" کا نام دیا گیا ہے۔ ابھی اس کی سیاہی بھی خشک نہیں ہوئی تھی کہ بھارتی وزیراعظم نے دہلی پہنچتے ہی بیانات سے اسے جھوٹ کا پلندہ اور اپنی منافقت کا رسیا قرار دے دیا۔ جس سے ہندو کی مکارانہ ذہنیت کھل کر سامنے آ گئی۔ لیکن پاکستانی وزیراعظم صاحب نے اعلان لاہور کو "قرار داد لاہور" کی طرح معنی خیز قرار دے دیا۔ ہاں! اگر واقعی اس قدر معنی خیز ہے تو اندرون خانہ مذاکرات کو منظر عام پر لانے سے کیوں گریز کیا جا رہا ہے۔

امریکی صحافی "ڈونا برائی سن" نے انکشاف کیا ہے کہ یہ مذاکرات اور اس سے پہلے کرکٹ میچ، ہاکی میچ اور بس ڈپلومیسی امریکی منصوبہ بندی کا حصہ تھے اور "اعلان لاہور" امریکی نائب وزیر خارجہ "ٹالبوٹ" کے ذہن رسیا کا نتیجہ تھا۔ اسی لئے اس کی سب سے زیادہ خوشی امریکہ کو ہوئی۔"

وزیر اعظم صاحب اسے جو بھی نام دیں لیکن اصل میں "اعلان لاہور کو امریکی دباؤ کا نتیجہ اور مسئلہ کشمیر کی بین الاقوامی ساکھ کو نقصان پہنچانے والی دستاویز ہی قرار دیا جاسکتا ہے۔

محترم وزیر اعظم صاحب! تاریخ نے اپنی صفحات پر اقوام ماضی کے ان لمحات کو درس عبرت کے لئے بکھیر کے رکھ دیا ہے۔ جن لمحوں کی خطاء کی سزا صدیوں اقوام کو بھگتنا پڑتی ہے تاکہ آنے والی نسلیں ان سے اپنی راہ کا تعین کر سکیں۔ اب آپ پر موقوف ہے کہ آپ ان سے درس عبرت حاصل کرتے ہیں یا ان سے آنکھیں بند کرکے امریکی تعاون کے سامنے سرتسلیم خم کرتے ہیں۔

آج پاکستان میں اندلس والے حالات پیدا ہو رہے ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر۔ وہ عیسائیوں کو خراج دیتے تھے جبکہ آپ ان کے مقروض ہیں۔ انہوں نے ایک عام عیسائی ریاست سے معاہدہ کیا تھا۔ جبکہ آپ نے ایک سپرپاور کے ہاتھوں میں ہاتھ دیدیئے ہیں۔ یہ کرکٹ و ہاکی کو جن میں فحش کلچر، دولت کا ضیاع، وقت کا ضیاع جس سے ملک و ملت کے اربوں روپے ضائع ہو رہے ہیں کیوں اپنایا ہوا ہے اور اس پر کروڑوں کی قومی دولت لٹانے کا کیا جواز ہے۔ شطرنج کے مہرے اگر قرطبہ، غرناطہ اور اشبیلیہ کو نہ بچا سکے تو کرکٹ کے چوکوں، چھکوں اور ہاکی کے گولوں پر کیوں آپ فرحت محسوس کرتے ہیں اور انہیں اپنی عظیم فتح سمجھتے ہیں۔ اگر یہ اتنی ہی بڑی فتوحات ہوتیں تو برطانیہ، فرانس، روس، جاپان، چین، امریکہ اور اسرائیل جیسی طاقتوں کی ضرور نہیں ہوتی۔ لیکن وہ اس سے پرہیز کرکے اپنی دولت ضائع ہونے سے بچا رہے ہیں۔ بلکہ ایٹمی ٹیکنالوجی میں استعمال کر رہے ہیں اور تیسری دنیا کے غریب ملکوں پر اس وبال کو ٹھونس کر انہیں کمزور کیا جا رہا ہے۔ اس لئے اس سے پرہیز از حد ضروری ہے۔

اور اب "اعلان لاہور" کو "قرار داد لاہور" کے مترادف قرار دے کر عمل نہ کیجئے بلکہ ملک و ملت کے مفادات کو سامنے رکھتے ہوئے بغیر کسی دباؤ کو خاطر میں لئے ترجیحات کا تعین کیجئے۔

نہ خضر کیلئے موزوں، نہ سلطنت کے لئے
وہ جس نے گنوایا متاع تیموری